ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

ولادت: ۷/صفر ۱۲۸ھ / شہادت: ۲۵/رجب ۱۸۲ھ

نام ونسب

اسم مبارک موسیٰ، کنیت ابوالحسنؑ اور لقب کاظم تھا اور اسی لئے امام موسیٰ کاظم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ تھے جن کا خاندانی سلسلہ حضرت امام حسینؑ شہید کربلا کے واسطہ سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حمیدہ خاتون ملک بربر کی باشندہ تھیں۔

ولادت

سات صفر ۱۲۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس وقت آپ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادقؑ مسند امامت پر متمکن تھے اور آپ کے فیوض علمی کا دھارا پوری طاقت کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ اگرچہ امام موسیٰ کاظمؑ سے پہلے آپ کے دو بڑے بھائی اسمٰعیل اور عبداللہ پیدا ہو چکے تھے۔ مگر اس صاحبزادہ کی ولادت سے گھرانے کو وہ خوشی ہوئی جو اس کے پہلے محسوس نہیں ہوئی تھی، اس لئے کہ اس روحانی امانت کا حامل جو رسولؐ کے بعد اس سلسلہ کے افراد میں ایک دوسرے کے بعد چلی آرہی تھی یہی پیدا ہونے والا مبارک بچہ تھا۔

نشوونما اور تربیت

آپ کی عمر کے بیس برس اپنے والد بزرگوار امام جعفر صادقؑ کے سایۂ تربیت میں گزرے، ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبرؐ کے بتائے ہوئے مکارم اخلاق کی یاد کو بھولی ہوئی دنیا میں ایسا تازہ کر دیا کہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنا لیا اور جس کی بنا پر ملت جعفری نام ہو گیا۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے بچپن اور جوانی کا کافی حصہ اسی مقدس آغوش تعلیم میں گزارا۔ یہاں تک کہ تمام دنیا کے سامنے آپ کے ذاتی کمالات وفضائل روشن ہو گئے اور امام جعفر صادقؑ نے اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ باوجودیکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے مگر خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈھتا ہے، سلسلہ معصومینؑ میں امام حسنؑ کے بعد بجائے ان کی اولاد کے امام حسینؑ کا امام ہونا اور اولاد امام جعفر صادقؑ میں بجائے فرزند اکبر کے امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف امامت کا منتقل ہونا اس کا ثبوت ہے کہ معیار امامت میں نسبی وراثت کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے۔

امامت

۱۴۸ھ میں امام جعفر صادقؑ کی وفات ہوئی اس وقت

سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ بذات خود فرائض امامت کے ذمہ دار ہوئے اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانیقی بادشاہ تھا یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے، تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے، دیواروں میں چنوا دیئے گئے یا قید رکھے گئے تھے خود امام جعفر صادقؑ کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جا چکی تھیں۔ مختلف صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں، یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے اب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی اس لئے آپ نے آخری وقت ایک اخلاقی بوجھ حکومت کے کاندھوں پر رکھ دینے کے لئے یہ صورت اختیار فرمائی کہ اپنی جائداد اور گھر بار کے انتظام کے لئے پانچ شخصوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جن میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ اور عبداللہ افطح جو امام موسیٰ کاظمؑ کے سن میں بڑے بھائی تھے اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور ان کی والدہ معظّمہ حمیدہ خاتون۔

امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا اور آپ کا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاع منصور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت سے اظہار رنج کیا۔ تین مرتبہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہا اور کہا کہ اب بھلا جعفرؑ کا مثل کون ہے۔ اس کے بعد حاکم مدینہ کو لکھا کہ اگر جعفر صادقؑ نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فوراً قلم کردو۔ حاکم مدینہ نے جواب لکھا کہ انھوں نے تو پانچ وصی مقرر کئے ہیں جن میں سے پہلے آپ خود ہیں یہ جواب پڑھ کر منصور دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا کہ اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کئے جاسکتے اس کے بعد دس برس منصور زندہ رہا لیکن امام موسیٰ کاظمؑ سے کوئی تعرض نہیں کیا اور آپ مذہبی فرائض امامت کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے یہ بھی تھا کہ اس زمانہ میں منصور شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ جس سے ۱۵۷ھ میں یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی۔ اس لئے وہ امام موسیٰ کاظمؑ کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

دَورِ ابتلا

۱۵۸ھ کے آخر میں منصور دوانقی دنیا سے رخصت ہوا اور اس کا بیٹا مہدی تخت سلطنت پر بیٹھا۔ شروع میں تو اس نے امام موسیٰ کاظمؑ کے عزت و احترام کے خلاف کوئی برتاؤ نہیں کیا مگر چند سال کے بعد پھر وہی بنی فاطمہؑ کی مخالفت کا جذبہ ابھرا اور ۱۶۴ھ میں جب وہ حج کے نام سے حجاز کی طرف آیا تو امام موسیٰ کاظمؑ کو اپنے ساتھ مکہ سے بغداد لے گیا اور قید کر دیا ایک سال تک حضرت اس کی قید میں رہے پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت کو مدینہ کی طرف واپسی کا موقع دیا گیا۔ مہدی کے بعد اس کا بھائی ہادی ۱۶۹ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور صرف ایک سال ایک مہینہ تک اس نے سلطنت کی اس کے بعد ہارون الرشید کا زمانہ آیا جس میں پھر امام موسیٰ کاظمؑ کو آزادی کے ساتھ سانس

لینا نصیب نہیں ہوا۔

اخلاق واوصاف

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اسی مقدس سلسلہ کی ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسان کے لئے معیار کمال قرار دیا تھا اس لئے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق واوصاف کا مرقع تھا۔ بیشک یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے چنانچہ ساتویں امام میں تحمل وبرداشت اور غصہ کو ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب کاظم قرار پا گیا جس کے معنی ہی ہیں غصّے کو پینے والا۔ آپ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالت میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ مدینہ کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا مگر حضرتؑ نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایت کی اور یہ کہا کہ اب ہمیں ضبط کی تاب نہیں ہمیں اس سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے تو حضرت نے فرمایا کہ ''میں خود اس کا تدارک کروں گا۔'' اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اس شخص کے پاس اس کی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا اور اپنے طرز عمل کو بدل دیا۔ حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے، سب نے کہا یقینا حضور نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہتر تھا اس طرح آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیرؑ کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو۔ کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پر لطف کامیابی ہے بے شک اس کے لئے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لئے حضرت علیؑ نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ خبردار یہ عدم تشدد کا طریقہ نااہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہوجائے گا۔

یقینا ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لئے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امامؑ کو حاصل تھی مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی تشدد کا جواز پیدا کر سکے لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی اقدام ابھی ایسا نہ ہوا ہو تو یہ حضرات بہرحال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اسے اپنے جارحانہ اقدام کے لئے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جو جناب امیرؑ کو شہید کرنے والا تھا آخر وقت تک جناب امیرؑ احسان فرماتے رہے، اسی طرح محمد ابن اسمٰعیل کے ساتھ جو امام موسیٰ کاظمؑ کی جان لینے کا باعث ہوا آپ برابر احسان فرماتے رہے، یہاں تک کہ اس سفر کے لئے جو اس نے مدینہ سے بغداد کی جانب خلیفہ عباسی

کے پاس امام موسیٰ کاظمؑ کے شکائتیں کرنے کے لئے کیا تھا ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود حضرتؑ ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو لے کر وہ روانہ ہوا تھا۔ آپ کو زمانہ بہت ناسازگار ملا تھا نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا۔ نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی بس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آل محمدؐ کے تعلیمات سے روشناس بنا سکتی تھی۔

آپ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔ آپ گفتگو میں ابتدا بھی نہ فرماتے تھے اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے اسی لئے عام طور پر آپ کو کثرت عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے ''عبدصالح'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی خاص شہرہ تھا اور فقراء مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ ہر نماز صبح کے تعقیبات کے بعد آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدے میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے۔ قرآن مجید کی نہایت دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تھے خود بھی روتے جاتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے۔

ہارون رشید کی خلافت اور امام موسیٰ کاظمؑ سے مخالفت

۱۷۰ھ میں ہادی کے بعد ہارون تخت خلافت پر بیٹھا۔ سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہؑ کی مخالفت میں تھے۔ اس کے سامنے تھے خود اس باپ منصور کا رویہ جو امام جعفر صادقؑ کے خلاف تھا اسے معلوم تھا۔ اس کا یہ ارادہ کہ جعفر صادقؑ کے جانشین کو قتل کر ڈالا جائے یقیناً اس کے بیٹے ہارون کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ وہ تو امام جعفر صادقؑ کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دیئے تھے اور پھر شہر بغداد کی تعمیر میں مصروفیت تھی جس نے اسے اُس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا اب ہارون کے لئے ان میں سے کوئی بات مانع نہ تھی۔ تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لئے سب سے پہلے یہ ہی تصور پیدا ہو سکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے۔ مگر ایک طرف امام موسیٰ کاظمؑ کا محتاط اور خاموش طرز عمل اور دوسری طرف سلطنت کے اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدد کا امامؑ کے خلاف موقع نہ ملا۔

اس دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزند یحییٰ کا واقعہ درپیش ہوا اور وہ امان دیئے جانے کے بعد تمام عہد و پیمان کو توڑ کر دردناک طریقے پر پہلے قید رکھے گئے اور پھر قتل کئے گئے۔ باوجودیکہ یحییٰ کے معاملات سے امام موسیٰ کاظمؑ کو کسی طرح کا سروکار نہ تھا۔ بلکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرتؑ ان کو حکومتِ وقت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ مگر عداوت بنی فاطمہؑ کا جذبہ جو یحییٰ ابن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے اُبھر گیا تھا۔ اس کی زد

سے امام موسیٰ کاظمؑ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اُدھر یحییٰ ابن خالد برمکی نے جو وزیراعظم تھا امین (فرزند ہارون رشید) کے اتالیق جعفرابن محمد اشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیا کہ یہ امام موسیٰ کاظمؑ کے شیعوں میں سے ہے اور ان کے اقتدار کا خواہاں ہے۔

براہ راست اس کا مقصد ہارون کو جعفر سے برگشتہ کرنا تھا لیکن بالواسطہ اس کا تعلق حضرت امام موسیٰ کاظم کے ساتھ بھی تھا۔ اس لئے ہارون کو حضرتؑ کی ضرررسانی کی فکر پیدا ہوگئی۔ اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے مکہ معظّمہ میں آیا۔ اتفاق سے اسی سال امام موسیٰ کاظمؑ بھی حج کو تشریف لائے ہوئے تھے ہارون نے اپنی آنکھ سے اس عظمت اور مرجعیت کا مشاہدہ کیا جو مسلمانوں میں امام موسیٰ کاظمؑ کے متعلق پائی جاتی تھی۔ اس سے بھی اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسمٰعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسمٰعیل امام جعفر صادقؑ کے بڑے فرزند تھے اور اس لئے ان کی زندگی میں عام طور پر لوگوں کا خیال یہ تھا کہ وہ امام جعفر صادقؑ کے قائم مقام ہوں گے۔ مگر ان کا انتقال امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں ہوگیا اور لوگوں کا یہ خیال غلط ثابت ہوا پھر بھی بعض سادہ لوح اصحاب اس خیال پر قائم رہے کہ جانشینی کا حق اسمٰعیل اور اولاد اسمٰعیل میں منحصر ہے۔ انھوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کو تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ اسماعیلیہ فرقہ مختصر تعداد میں سہی اب بھی دنیا میں موجود ہے۔ محمدؒ ان ہی اسمٰعیل کے فرزند تھے اور اس لئے امام موسیٰ کاظمؑ سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگر چونکہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ افراد کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لئے ظاہری طور پر امام موسیٰ کاظمؑ کے یہاں آمدورفت رکھتے تھے اور ظاہری طور پر قرابت داری کے تعلقات قائم کئے ہوئے تھے۔

ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظمؑ کی مخالفت کی صورتوں پر غور کرتے ہوئے یحییٰ برمکی سے مشورہ لیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اولاد ابوطالبؑ میں سے کسی کو بلا کر اس سے موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پورے پورے حالات دریافت کروں۔ یحییٰ جو خود عداوت بنی فاطمہؑ میں ہارون سے کم نہ تھا اس نے محمد بن اسمٰعیل کا پتہ دیا کہ آپ ان کو بلا کر دریافت کریں تو صحیح حالات معلوم ہوسکیں گے۔ چنانچہ اسی وقت محمد ابن اسمٰعیل کے نام خط لکھا گیا۔

شہنشاہ وقت کا خط جو محمد ابن اسمٰعیل کو پہنچا تو انھوں نے اپنی دنیاوی کامیابی کا بہترین ذریعہ سمجھ کر فوراً بغداد جانے کا ارادہ کرلیا مگر ان دنوں کا ہاتھ بالکل خالی تھا۔ اتنا روپیہ پاس موجود نہ تھا کہ سامان سفر کرتے مجبوراً اسی ڈیوڑھی پر آنا پڑا جہاں کرم وعطا میں دوست اور دشمن کی تفریق نہ تھی۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس آکر بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت خوب سمجھتے تھے کہ اس بغداد کے سفر کی بنیاد کیا ہے۔ حجّت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفر کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے اپنی پریشان حالی بیان کرتے ہوئے کہا کہ قرضدار بہت ہوگیا ہوں۔ خیال کرتا ہوں کہ شاید وہاں جا کر کوئی صورت بسر اوقات کی نکلے اور میرا قرضہ

ادا ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا تمام قرضہ ادا کردوں گا اور جہاں تک ہوگا تمہارے ضروریات زندگی بھی پورے کرتا رہوں گا۔

افسوس ہے کہ محمد نے اس کے بعد بھی بغداد جانے کا ارادہ نہیں بدلا چلتے وقت حضرتؑ سے رخصت ہونے لگے عرض کیا کہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے حضرتؑ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ جب انھوں نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ''بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میرے بچوں کی یتیمی کے باعث نہ ہونا۔ محمد نے اس کے بعد بہت کہا کہ یہ بھلا کون سی بات ہے جو مجھ سے کہی جاتی ہے کچھ اور ہدایت فرمایئے حضرتؑ نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکار کیا جب وہ چلنے لگے تو حضرتؑ نے ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم انھیں مصارف سفر کے لئے عطا فرمائے۔ نتیجہ وہی ہوا جو حضرتؑ کے پیش نظر تھا۔ محمد ابن اسمٰعیل بغداد پہنچے اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کے مہمان ہوئے اس کے بعد یحییٰ کے ساتھ ہارون کے دربار میں پہنچے۔ مصلحت وقت کی بناء پر بہت تعظیم وتکریم کی گئی اثنائے گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کئے محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ ''میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک مُلک میں دو بادشاہ ہوں۔'' اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب؟ محمد نے کہا کہ بالکل اسی طرح جیسے آپ بغداد میں سلطنت کررہے ہیں۔ موسیٰ کاظمؑ مدینہ میں اپنی سلطنت قائم کئے ہوئے ہیں۔ اطراف ملک سے ان کے پاس خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلے کے دعویدار ہیں۔

یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لئے یحییٰ برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا ہارون کا غیظ وغضب انتہائی اشتعال کے درجہ تک پہنچ گیا اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا۔ خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہیں ملا۔ اسی شب کو ان کے حلق میں دَرد پیدا ہوا صبح ہوتے ہوئے وہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے۔ مگر محمد کی باتوں کا اثر اس کے دل پر ایسا جم گیا تھا کہ اس نے یہ طے کرلیا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

چنانچہ ۱۷۹ھ میں پھر ہارون رشید نے مکہ معظّمہ کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا دو ایک روز قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کئے جب یہ لوگ امامؑ کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت روضۂ رسولؐ پر ہیں۔ ان لوگوں نے روضۂ پیغمبرؐ کی عزت کا بھی خیال نہ کیا۔ حضرتؑ اس وقت قبر رسولؐ کے نزدیک نماز میں مشغول تھے بے رحم دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت ہی میں قید کرلیا اور ہارون کے پاس لے گئے۔ مدینہ رسولؐ کے رہنے والوں کی بے حسی اس کے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جاچکی تھی۔ یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسولؐ کا فرزند روضۂ رسولؐ سے اس طرح گرفتار کر کے لے جایا جارہا تھا مگر

نام نہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز احتجاج بلند کرتا۔ یہ بیس شوال ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے۔

ہارون نے اس اندیشہ سے کہ کوئی جماعت امام موسیٰ کاظمؑ کو رہا کرانے کی کوشش نہ کرلے دو محملیں تیار کرائیں ایک میں امام موسیٰ کاظمؑ کو سوار کیا اور اس کو ایک بڑی فوجی جمعیت کے حلقہ میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنا دیا جائے یہ نہایت حسرت ناک واقعہ تھا کہ امامؑ کے اہل حرم اور بچّے وقت رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکے۔ اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ حضرتؑ سلطنت وقت کی طرف سے قید کر لئے گئے۔ اس سے بی بیوں اور بچّوں میں کہرام برپا ہوگیا۔ اور یقینا امامؑ کے دل پر بھی اس کا جو صدمہ ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر آپؑ کے ضبط وصبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔

معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے یہ راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورے ایک مہینہ سترہ روز کے بعد سات ذی الحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے۔ کامل ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے۔ یہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد بھائی عیسیٰ ابن جعفر تھا۔ شروع میں تو اسے صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل مدنظر تھی بعد میں اس نے غور کرنا شروع کیا آخر ان کے قید کئے جانے کا سبب کیا ہے اس سلسلہ میں اس کو امامؑ کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق واوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا اور جتنا اس نے امامؑ کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اس کے دل پر آپؑ کے بلندی اخلاق اور حُسن کردار کا اثر قائم ہوتا گیا، اپنے اِن تاثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کردیا۔ ہارون پر اس کا الٹا اثر ہوا کہ عیسیٰ کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگئی اس لئے اس نے امام موسیٰ کاظمؑ کو بغداد میں بلا بھیجا اور فضل بن ربیع کی حراست میں سپرد کردیا اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کرکے یحییٰ برمکی کو اس کے لئے مقرر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کے اخلاق واوصاف کی کشش ہر ایک پر اپنا اثر ڈالتی تھی۔ اس لئے ظالم بادشاہ کو نگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی۔

وفات

سب سے آخر میں امام سندی ابن شاہک کے قیدخانہ میں رکھے گئے یہ شخص بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا۔ آخر اسی قید میں حضرت کو انگور میں زہر دیا گیا۔ ۲۵/رجب ۱۸۳ھ میں ۵۵/سال کی عمر میں حضرتؑ کی وفات ہوئی۔ بعد وفات آپؑ کی نعش کے ساتھ بھی کوئی اعزاز کی صورت اختیار نہیں کی گئی۔ بلکہ حسرت ناک طریقے پر توہین آمیز الفاظ کے ساتھ اعلان کرتے ہوئے آپ کی لاش کو قبرستان کی طرف روانہ کیا گیا۔ مگر اب ذرا عوام میں احساس پیدا ہوگیا تھا اس لئے کچھ اشخاص نے امامؑ کے جنازے کو لے لیا اور پھر عزت واحترام کے ساتھ مشایعت کرکے بغداد سے باہر اس مقام پر جو اَب کاظمین کے نام سے مشہور ہے دفن کیا۔

